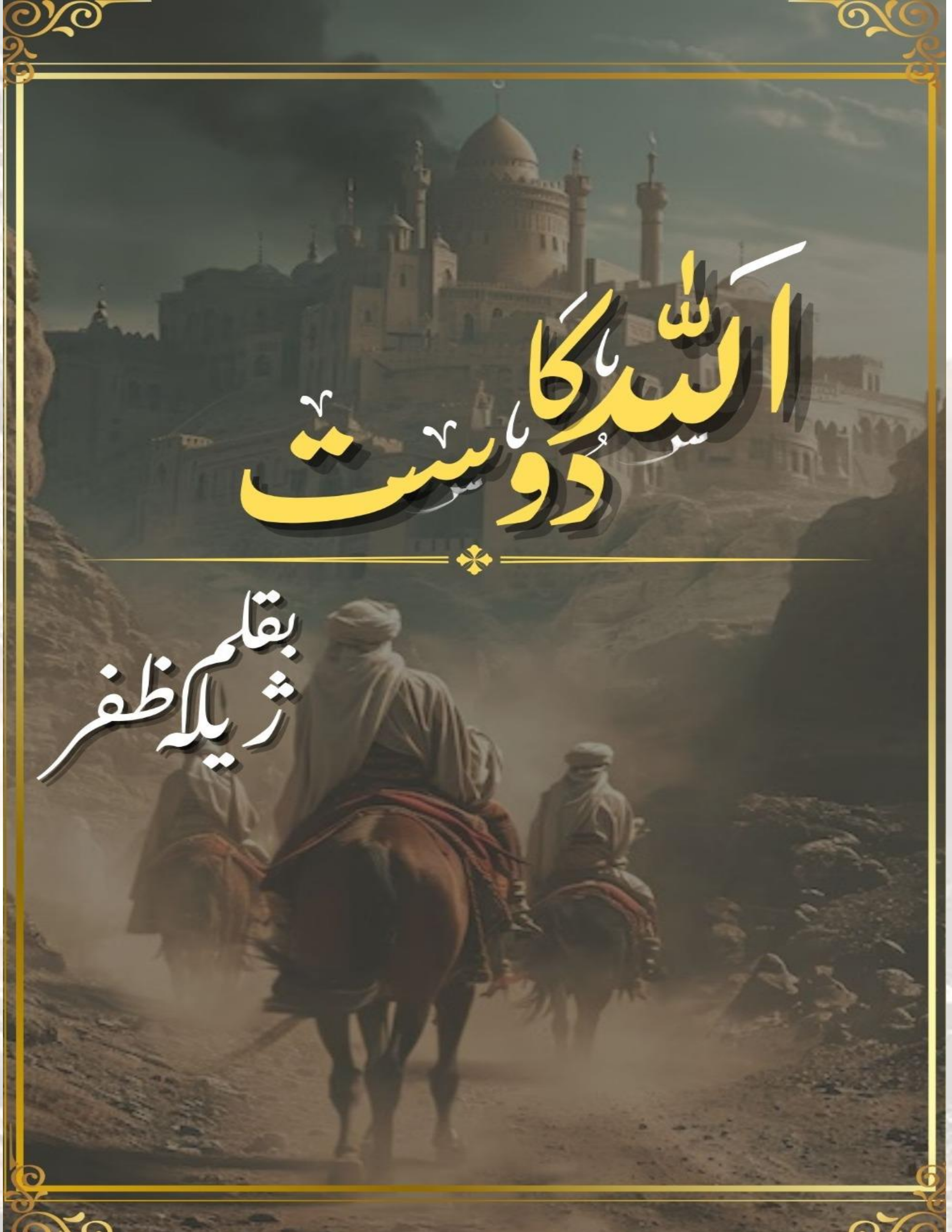
اللہ کا دوست
بقلم
ژیلہ ظفر

اللہ کا دوست

وہ ایک خوبصورت، جواں مرد، بہادر اور قوی ل جسامت کے جنگجو تھے۔ بے انتہا طاقتور ہونے کے باوجود وہ نہ صرف نرم مزاج اور مہربان طبیعت کے مالک تھے بلکہ حق بات کہنے، حق بات سننے اور حق بات کو ہی پسند کرنے والے انسان تھے۔ یہ یثرب کے قبیلے اوٗس کے خاندان بنو الاشہل کے سردار تھے۔ یثرب میں یہ بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انکا ایک مقام، رعب و دبدبہ تھا۔ تاریخ انہیں حضرت سعد ابنِ معاذؓ کے نام سے جانتی ہے۔

--------+--------+------

وہ یثرب کی ایک مصروف صبح تھی۔ کیونکہ اس شہر کے رہنے والے زیادہ تر کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، لہٰذا دن کی روشنی پھوٹتے ہی سب اپنے اپنے کھیتوں اور کھجور کے باغوں کی جانب چل پڑے تھے۔ گلیوں اور گزر گاہوں سے گھوڑے پر مال لادے زمیندار اپنی اپنی فصلوں کے سودے میں مصروف تھے۔ کچھ لوگ بازار میں کھجوریں فروخت کر رہے تھے۔ ایسے میں بنو الاشہل کے سردار سعد ابنِ معاذؓ اپنے بہترین

دوست اسید بن حضیرؓ کے ساتھ بیٹھے کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے

"یثرب میں کوئی پاگل شخص گھس آیا ہے۔ وہ کسی نئے دین کا پرچار کر رہا ہے۔ وہ ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اُسکے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اُسکی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے معصوم اور سادہ لوح لوگوں کو بیوقوف بنا رہا ہے۔ ہمارے لوگ پہلے ہی یہودیوں کی سازشوں کا شکار ہیں، مزید کسی پریشانی کو دعوت نہیں دے سکتے" اسید بن حضیر نے تفصیلاً تمام بات سعد ابنِ معاذ کے گوش گزار کی۔ وہ کافی دنوں سے اس مسئلے پر پریشان تھے۔

''کیا نام ہے اُسکا؟" سعد ابنِ معاذ نے پوچھا

''مصعب بن عمیر۔۔۔ مکّہ کا رہنے والا ہے۔ یثرب کے لوگوں میں مقری (استاد) کے نام سے مشہور ہے۔"

''ہمیں اُسے روکنا چاہیے۔ میرے خیال سے پہلے آپ جا کر اُسے سختی سے اس کام سے منع کیجئے، اگر نہ مانے تو طاقت کا استعمال کیجئے۔ ہم کسی کو بھی اپنے لوگوں کو بیوقوف بنانے کی اجازت نہیں دینگے۔" یہ سن کر اسید بن حضیر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ واپس آئے تو انکے انداز اور اطوار میں پہلے جیسا جلال نہ تھا۔

''اتنی دیر کہاں لگا دی تھی؟ اور کیا ہوا اُس آدمی کا؟" سعد ابنِ معاذ نے انکو دیکھتے ہی پوچھا۔

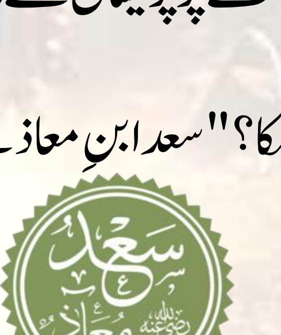

''وہ آدمی اتنا برا نہیں ہے، اور نہ ہی وہ کوئی غلط بات کرتا ہے۔ خیر، میں نے اُسے ڈانٹ دیا ہے اب وہ یہاں اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کریگا۔ آپکو ایک اور بات بھی بتانی تھی'' اسیدؓ نے تفصیلاً بتایا

''کہو''

''دراصل راستے میں مخالف قبیلے کے کچھ لوگ ملے تھے۔ وہ آپکے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہؓ کو قتل کرنے جا رہے ہیں''

''کیا؟ اُنکی اتنی مجال کہ میرے بھائی کو ہاتھ لگائیں۔ کہاں ہے وہ؟'' سعد ابنِ معاذ یہ سن کر غصّے سے کانپ اٹھے

''بستی کے بیچ میں جو کنواں ہے وہیں پر ہیں''

''میں جا کر دیکھتا ہوں'' وہ اپنا نیزہ لیکر نکلے اور ٹھیک اُسی جگہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ انکے بھائی اسعد ابنِ زرارہؓ بلکل صحیح سلامت اپنے نئے بننے والے دوست مصعب ابنِ عمیرؓ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

''اچھا تو اسید (ر۔ض) نے مجھ سے جھوٹ بولا تاکہ میں یہاں آکر خود انکی بات سنوں'' سعدؓ اپنے دوست کی تدبیر سمجھ گئے۔ ظاہر ہے اگر وہ اُس وقت حضرت سعدؓ کو یہاں آکر مصعب ابنِ عمیرؓ کی بات سننے کہتے تو وہ کبھی راضی نہ ہوتے۔ لہذٰا اُنھوں نے یہ طریقہ نکالا۔

''تو تم ہو وہ جو یہاں کے معصوم اور سادہ لوگوں کو بیو قوف بناتے ہو؟ اور تم نے اپنی باتوں سے

میرے بھائی کو بھی اپنی جانب کر لیا ہے۔اب تم یہ شہر چھوڑ کر خود جاؤ گے یا مجھے طاقت کا استعمال کرنا ہو گا؟" سعدؓ نے نہایت سختی سے مصعبؓ کو مخاطب کیا۔ جواب میں مصعبؓ نے بہت نرمی سے کہا کہ

"ہمارے پاس کچھ ایسی باتیں ہیں جو ہم آپکو بتانا چاہتے ہیں۔اگر وہ بات آپکو مناسب لگے تو اُسے قبول کر لیجیئے گا ورنہ ہم یہاں سے چلے جائینگے" مصعب ابنِ عمیرؓ کا لب و لہجہ اور انکا انداز اس قدر پیارا تھا کہ سعدؓ نرم پڑ گئے اور بولے

"بات تو انصاف کی کہی ہے آپ نے، میں یقیناً آپکی بات سنوں گا" یہ کہہ کر سعدؓ نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور وہیں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اُنہیں قرآن پاک کے احکامات پڑھ کر سنائے۔ جسے سن کر آپکے چہرے کے تاثرات یکدم ہی بدل گئے۔غصّے اور سختی کی جگہ نرمی اور پسندیدگی نے لے لی۔ چہرہ ایسا روشن ہو گیا جیسے ایمان کا نور آپ کے اندر ہی کہیں جگمگا اٹھا ہو۔اور ہوا بھی ایسا ہی، حضرت سعد ابنِ معاذؓ نے کلام الٰہی سننے کے بعد کہا

"واللہ ایسا شیریں اور بہترین کلام میں نے آج تک نہیں سنا۔ مجھے اپنے دین کے بارے میں مزید بتائیں۔" حضرت سعدؓ نے شوق سے کہا۔ اور اُسکے کچھ لمحوں بعد آپؓ، حضرت مصعبؓ کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے۔آپکے ایمان لانے سے آپکے قبیلے کے تقریباً تمام ہی لوگ ایمان

لے آئیں۔ مکے والوں کے مقابلے میں یثرب والے بازی لے گئے۔ یثرب یعنی مدینہ منورہ میں کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں کوئی مسلمان نہ ہو۔

ایمان لانے کے بعد حضرت سعد ابنِ معاذؓ کے دل میں دیدار محبوب ﷺ کا شوق بیدار ہوا۔ اور آپ اگلے حج پر حضرت مصعب ابنِ عمیرؓ اور مزید بہتّر صحابہ کے ساتھ حضور ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے گئے۔ رات کے وقت تمام لوگوں کو حضور اقدس ﷺ سے جمرہ عقبہ کی گھاٹی میں ملاقات کرنے تھی۔ حضور ﷺ کی جانب سے ملاقات خفیہ رکھنے کی تاکید تھی، لہذا وہ سب باری باری چھپ چھپ کر دیوار کی اوٹ لے کر عقبہ کے مقام پر جمع ہونا شروع ہوئے۔

حضور ﷺ نے انصار مدینہ سے پانچ باتوں پر بیعت لی۔

1) چاہے سست ہو یا چست ہر حال میں میرا ساتھ دو گے۔

2) تنگی اور خوش حالی، ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

3) بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے

4) اللہ کے راستے میں اُٹھ کھڑے ہو گے ،اور اس راستے میں آنے کے بعد چاہے کوئی ملامت ہی کیوں نہ کرے پرواہ نہیں کرو گے

5) جب میں یعنی محمد ﷺ تمہارے یعنی انصار مدینہ کے پاس آجاؤں تو جتنی حفاظت اپنے بال بچوں اور اپنی کرتے ہو اتنی ہی میری بھی کرو گے۔

تمام انصار مدینہ نے حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت کرلی اور صبح ہونے سے پہلے مکّہ سے نکل گئے۔ مشرکین کو جب اس بیعت کی خبر ملی تو اُنھوں نے انصار مدینہ کا پیچھا کرنا چاہا لیکن وہ لوگ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔

----------×---------

مکّہ والوں کی خوش قسمتی تھی کہ اُنہیں حضور پاک ﷺ اپنے پاس ہی مل گئے تھے لیکن اُن بدبختوں نے اُنکی قدر نہ کی تو اللہ نے یہ خوش قسمتی انصار مدینہ کی جھولی میں ڈال دی۔ جب آپ ﷺ یثرب تشریف لائے تو آپکا ایسا استقبال کیا گیا، جیسا کہ ایک نبی کا کیا جانا چاہیے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھے آپکا دیدار کرنے کے انتظار میں تھے۔ یثرب کا نام مدینہ رسول یعنی رسول کا شہر ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ کی یہ قدر مکّہ کے بدبخت سرداروں سے کہاں برداشت ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اُن لوگوں نے مدینے والوں کی مکّہ آمد پر اور عمرہ کرنے پر پابندی عائد کردی۔ ایسے میں ایک جیدار اور بہادر جوان بنا کسی کو ساتھ لیے تن تنہا ہی مکّہ پہنچ گیا، عمرہ ادا کرنے۔ یہ جوان حضرت سعد بن معاذؓ تھے۔ کیونکہ انکے دور جہالت میں اُمیہ بن

خلف سے اچھے مراسم تھے اور اُمیہ جب بھی مدینے آتا انہی کے گھر مہمان ہوتا لہذا اب جب آپؓ مکہ آئے تو اُمیہ کے گھر مہمان ہوئے۔ اُمیہ کے گھر کھانا وغیرہ کھانے کے بعد آپؓ نے اُس سے کہا کہ

''میرے لیے کوئی ایسا وقت دیکھو جب بیت اللہ میں کوئی نہ ہو تو میں طواف کر کے واپس چلا جاؤنگا۔'' اُمیہ آپؓ کو ساتھ لیکر بیت اللہ کی جانب چل پڑا راستے میں ملعون ابّو جہل مل گیا

''یہ تمہارے ساتھ کون ہے ابّو صفوان (اُمیہ کی کنیت)'' ابّو جہل نے سعدؓ کی جانب اشارہ کر کے پوچھا

''یہ سعد ہیں، مدینے سے یہاں عمرہ کرنے کے غرض سے آئے ہیں'' اُمیہ نے ابّو جہل کو ادب سے جواب دیا۔

''ہونہہ ۔۔۔ تو تم انہی لوگوں میں سے ہو جس نے ہمارے بے دینوں کو پناہ دی ہوئی ہے ؟ اور تم لوگ اُنکی ہر طرح کی مدد کا وعدہ کر چکے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم ابو صفوان کے مہمان نہ ہوتے تو بیت اللہ کا طواف تو دور کی بات میں تمہیں یہاں سے صحیح سلامت پیروں پر گھر بھی نہ جانے دیتا'' ابّو جہل نفرت سے پھنکارا۔ اُسے لگتا تھا کہ دنیا اُس سے ڈرتی ہے اور اُسکے رعب میں خاموش رہیگی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیسے جان نثار صحابی

کھڑے ہیں۔ وہ دھمکی دے کر جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ سعد ابنِ معاذؓ پیچھے سے باآواز بلند بولے

‘‘سن اے ابّو جہل۔۔۔" اس جرات اور بے باک لہجے پر ابّو جہل تو کیا اُمیہ بھی حیران رہ گیا

‘‘اگر تو نے مجھے یہاں طواف کرنے سے روکا تو میں تجھے اور تیرے قبیلے کو دو ایسی چیزوں سے روک دونگا جو تیرے لیے ناقابل برداشت ہو گی" اس دھمکی کا مفہوم ابّو جہل اچھے سے جانتا تھا۔ دراصل ابّو جہل کے تجارتی قافلے موسم سرما و گرما دونوں میں ہی مدینے سے ہو کر گزرتے تھے۔ اگر وہ سعد ابنِ معاذؓ کو طواف سے روکتا تو یقیناً وہ انکے قافلوں کو مکّہ آنے سے روک دیتے، جسکی صورت میں نہ صرف اُسے مالی نقصان ہوتا بلکہ اُسکے قبیلے کے لیے نوبت فاقوں تک جا سکتی تھی۔

‘‘حد ادب۔۔۔۔ تم مکے کے سردار عمرو ابنِ ہشام سے بات کر رہے ہو۔ اپنی آواز نیچے رکھو" اُمیہ ابنِ خلف نے سعدؓ کو تنبیہ کی، لیکن حضرت سعدؓ کسی سے ڈرنے والے نہ تھے بلکہ مزید دھمکی آمیز لہجے میں بولے

‘‘تم لوگ اپنی خیر تم میں سے کسی سے ڈرنے والا نہیں۔ کیونکہ میں اللہ کے نبی ﷺ سے سن چکا ہوں کہ بہت جلد تم سب قتل کیے جانے والے ہو" یہ سن کر اُمیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں

سنسناہٹ اٹھی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ حضور ﷺ ایسا کہہ رہے ہیں تو وہ صادق اور امین ہیں یقیناً ایسا کر بھی سکتے ہیں۔ اُس دِن کے بعد اُمیہ نے قسم کھالی کہ میں مکّہ سے کبھی باہر نہ جاؤنگا ورنہ محمد ﷺ مجھے قتل کر دینگے۔

اُسکے بعد ابّو جہل نے بھی حضرت سعدؓ کو روکنے کی کوشش نہ کی کیونکہ اُسے اچھے سے معلوم تھا کہ سعدؓ صرف دھمکی ہی نہیں دے رہے بلکہ وہ ایسا کر بھی سکتے ہیں، کیونکہ جتنی اہمیت ابّو جہل کی بات کی مکّہ میں ہے وہی اہمیت حضرت سعد کے حکم کی مدینے میں تھی۔ اگر وہ اُسکا قافلہ روک دیتے تو پھر مدینے کا کوئی شخص اس معاملے میں ابّو جہل کی مدد نہ کر سکتا تھا۔

اُسکے بعد حضرت سعدؓ نے مشرکین مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں کے سامنے تن تنہا طواف کیا اور پھر مدینے واپس چل دیئے۔

----------×----------

حضرت محمد ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابو سفیان جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مدینے کی جانب سے گزرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ مدینے سے باہر ابّو سفیان کے راستے میں گھات لگا کر بیٹھے اور اپنے ایک صحابی کو آگے کی خبر معلوم کرنے بھیجا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ صحابی واپس آئے اور بولے

"یارسول اللہ! ابوسفیان کو ہمارے یہاں ہونے کی اطلاع مل گئی ہے یقیناً۔۔۔ کیونکہ اس نے راستہ تبدیل کرلیا ہے۔"

"ہمیں اُسکے پیچھے جانا چاہیے۔۔۔" آپ ﷺ ابھی اپنے صحابہ کو اس بارے میں اطلاع دینا ہی چاہتے تھے کہ اچانک ہی دو گھڑ سوار اس طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ صحابہ میں سے جنکے پاس تلواریں تھی اُنہوں میں اُسے کس لیا کہ کہیں کوئی دشمن نہ ہو۔ اتنے میں وہ دونوں سوار قریب آگئے۔ صحابہ نے دیکھا کہ وہ حضرت حذیفہ ابنِ یمانؓ اور انکے والد تھے۔

"السلام و علیکم !" اُنہوں نے آتے ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو سلام کیا سب نے اُنہیں جواب دیا۔

"یارسول ﷺ، میں ایک بہت ہی ضروری اطلاع دینے آیا ہوں۔"

"کہو" آپ ﷺ نے اجازت دی

"ابوجہل، بدر کے مقام پر قریباً ایک ہزار کے مسلح لشکر کے ساتھ مدینے کی طرف بڑھ رہا ہے۔" یہ اطلاع پریشان کن تھی۔ اگر مسلمان ابوسفیان کے پیچھے جاتے تو پیچھے سے ابّو جہل مدینے پر چڑھائی کر سکتا تھا۔ لیکن ابوسفیان کے پیچھے جانے کا ایک فائدہ یہ تھا کہ وہ نہ صرف غیر مسلح اور تعداد میں کم تھے بلکہ مسلمان انکو

یرغمال بنا کر ابّو جہل کی پیش قدمی کو روک سکتے تھے۔ دوسری جانب ابو جہل سے مقابلے کے لیے جانا بہت ہی حوصلے کا کام تھا کیونکہ مسلمانوں کی تعداد فقد تین سو تیرہ تھی۔ سواریاں بھی بہت کم تھی اور اسلحے کی بھی کمی تھی۔ لیکن حضور ﷺ چاہتے تھے کہ مسلمان ابّو جہل کا مقابلہ کریں۔ پر اُسکے لیے صحابہ کرام کی رائے جاننا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ایک فوری اجلاس طلب کیا، جس میں صحابہ کرام سے مشاورت کی جانی تھی کہ وہ کس گروہ کے پیچھے جانا چاہتے ہیں۔ ابّو جہل یا ابّو سفیان۔ لہٰذا جب حضور ﷺ نے صحابہ سے کہا کہ وہ ابّو جہل کے لشکر سے ٹکر لینا چاہتے ہیں اور صحابہ کی رائے جاننا چاہی تو حضرت ابو بکرؓ اُٹھے اور اُنہوں نے حضور ﷺ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی یہی کہا اُسکے بعد مہاجرین میں سے حضرت مقداد بن اسودؓ اٹھے اور بولے۔

''اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے ہمیں اسلام کا جو راستہ دکھایا ہیں، ہم اُس پر پوری دل جمی سے رواں دواں ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں ساتھ چلنے کو کہیں گے تو ہم ہر گزوہ جواب نہیں دینگے جو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیا تھا کہ آپ اور آپ کا اللہ چلے جائیں اور جنگ لڑ کر آجائے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم تو آپکو یہ جواب دیں گے کہ آپ ﷺ اور آپکا اللہ بھی

لڑیں اور ہم ہر حال میں آپکا ساتھ دینگے آپ ہمیں جہاں چاہے لے جائیں" حضرت مقداد کی یہ بات سن کے آپ ﷺ مطمئن تو ہوئے لیکن یہ تینوں صحابہ مہاجرین مکّہ تھے۔ ابھی انصار مدینہ کی جانب سے کوئی رائے نہیں آئی تھی۔ اسکا مطلب ہر گز یہ نہ تھا کہ انصار مدینہ جنگ پر نہیں جانا چاہتے بلکہ وہ تو حضرت مقداد کے جواب کو ہی اپنا جواب مانتے تھے لیکن حضور ﷺ خصوصی طور پر صرف انصار مدینہ کی رائے جاننا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس جنگ میں سارا بوجھ انصار مدینہ پر آنے والا تھا۔ مہاجرین کے مقابلے میں تعداد بھی اُن ہی کی زیادہ تھی، سواریاں اور مال بھی انہی کا تھا۔ اور اگر کوئی نقصان ہوتا تو وہ بھی اُنہیں ہی برداشت کرنا پڑتا۔ اور ویسے بھی انصار مدینہ نے مدینے کے اندر رہتے ہوئے حضور ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اب جبکہ حضور ﷺ اور انکے ساتھی مدینے سے باہر آ گئے تھے تو معاہدے کی رو سے انصار مدینہ انکار کرنے کا حق بھی رکھتے تھے۔

لٰہذا حضور ﷺ نے پھر پوچھا

"مجھے اور کوئی مشورہ دو"

اس بات پر حضرت سعد بن معاذؓ جو کافی دیر سے خاموش تھے وہ کھڑے ہو گئے اور بولے

"یارسول اللہ ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ آپکا رخ ہماری طرف ہے، اور آپ ہماری رائے جاننا چاہتے ہیں؟"

''ہاں'' حضور ﷺ نے جواب دیا۔

''اے اللہ کے رسول غالباً آپکو یہ اندیشہ ہے کہ انصار مدینہ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف مدینے میں رہ کر آپکی مدد کرنا ہم پر فرض ہے اور باہر ہم آپکی مدد نہیں کرینگے، اسی لیے میں تمام انصار مدینہ کی جانب سے بول رہا ہوں

ہم تو آپ ﷺ ایمان لائے، جو کچھ آپ ﷺ لیکر آئے ہیں اُسکی تصدیق کی، آپ ﷺ کی ہر بات سنی اور آپکی اطاعت کی، خدا کی قسم! آپ ﷺ ہمیں جہاں چاہے لے جائیں، جس سے چاہے تعلق رکھے ہم اُسی سے تعلق رکھیں گے۔ جس سے آپ ﷺ چاہے قطع تعلق کر لیں، ہم بھی اُسے چھوڑ دیں گے۔ آپ ﷺ ہمارے مال میں سے جو چاہے لے لیں اور جو چاہے ہمارے لیے چھوڑ دیں۔ جتنا آپ ﷺ ہمارے مال میں سے لیں گے وہ ہمارے لیے اُس سے زیادہ افضل ہو گا جو آپ ﷺ ہمارے لیے چھوڑ دینگے۔

اگر آپ ﷺ ہمیں عرب سے باہر لے جائیں تو بھی ہم ساتھ جائینگے اور اگر آپ ﷺ ہمیں اس سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو خدا کی قسم ہم انصار مدینہ اپنی سواریوں سمیت اس سمندر میں چھلانگ لگا دینگے'' حضرت سعدؓ کے اس خوبصورت جواب پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا اور آپ ﷺ خوشی سے کھڑے ہوئے اور بولے

’’چلو چلو۔۔۔ ہم ابّو جہل کی طرف پیش قدمی کرینگے۔ آج اللہ نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے" یعنی یا تو ابّو سفیان یا ابّو جہل، مسلمان جسکے پیچھے جائینگے اُس سے جیت کر واپس آنے کا وعدہ اللہ نے کیا ہے۔

-------+---------+-----

بدر کا موقع تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈال لیا تھا اور اب مسلمانوں کی صفیں ترتیب دے رہی تھے۔ ایسے میں جوان مرد حضرت سعدؓ تشریف لائے اور بولے۔

’’اے اللہ کے نبی ﷺ! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں"

’’کہو" حضور ﷺ نے اجازت دی۔

’’یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ کیوں نہ ہم آپکے لیے ایک چھپّر بنا دیں۔ اُس میں آپ ﷺ جنگ کے وقت تشریف فرما رہیے گا۔ اُس چھپّر کے پاس دو سواریاں اور ایک جنگجو آپکی حفاظت میں کھڑے رہیں گے۔ اگر ہم جیت جاتے ہیں جیسے کہ ہم چاہتے ہیں، تو یہ اچھا ہوگا لیکن اگر خدانخواستہ اسکے برعکس ہوتا ہے تو اے اللہ کے نبی ﷺ! آپکا یہاں سے بحفاظت نکل جانا ضروری ہے۔ اس لیے کیونکہ ہم مدینے میں بہت سارے ایسے لوگ پیچھے چھوڑ آئے ہیں جو آپکے منتظر ہیں، اور ہم سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اُنہیں تو معلوم بھی نہ تھا کہ ہم یہاں کسی غیر ممکنہ جنگ

سے نبرد آزما ہو جائینگے، ورنہ وہ ضرور ہمارے ساتھ جنگ کے لیے آتے، اور اپنی جانیں قربان کرنے سے کبھی بھی، ہم سے پیچھے نہ رہتے۔ یا نبی ﷺ! اُن لوگوں کے لیے آپکا زندہ رہنا اہم ہے۔ ہم آپکے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو ہر دم تیار ہیں۔" حضرت سعدؓ نے اپنا پورا مدعا بیان کیا۔ آپؓ کی تمام بات سن کر حضور ﷺ نہ صرف خوش ہوئے بلکہ آپ کو سراہا اور فوراً اُس پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اُسکے بعد حضور اقدس ﷺ نے سعد ابنِ معاذؓ کے حق میں دعا خیر کی۔

---------+--------+---------

غزوۂ احد میں مسلمانوں نے بے شک مشرکین مکہ کو مار بھگایا تھا لیکن مسلمانوں کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ستّر کے قریب جیّد صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ شہداء میں سے زیادہ تعداد انصار مدینہ کی تھی۔ روایتوں کے مطابق شہداء میں سے صرف چار صحابہ مہاجر تھے باقی تمام شہید انصار مدینہ میں سے تھے۔ مدینے میں کوئی ایک گھر بھی ایسا نہ تھا جس میں کوئی شہید نہ ہوا ہو۔ کسی کا بیٹا، کسی کا شوہر تو کسی کا باپ۔ مدینے میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ ایسے میں حضور ﷺ جب مدینے میں داخل ہوئے تو آپ ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت سعد ابنِ معاذؓ آپ ﷺ کے گھوڑے

کی باگ تھامے ہوئے آرہے تھے کہ اتنے میں ایک خاتون دوڑتی ہوئی آئیں۔

’’یارسول ﷺ! یہ میری والدہ ہیں" حضرت سعدؓ نے اس خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کو بتایا

’’انہیں مرحبا ہو" حضرت محمد ﷺ نے کہا اور اُنکی والدہ کا استقبال کرنے کے لیے رک گئے۔ جیسے ہی وہ قریب آئیں تو آپ ﷺ نے اُن سے کہا

’’اے اُم سعد! آپکا بیٹا اور سعدؓ کا بھائی عمرو ابنِ معاذ شہید ہو گیا ہے۔ میری طرف سے تعزیت قبول کیجئے اور صبر کیجئے۔ یقیناً وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہے" آپ ﷺ کی بات سن کر اُم سعد نے کہا

’’اے اللہ کے نبی ﷺ! اب جبکہ میں نے آپ ﷺ کو صحیح سلامت دیکھ لیا ہے تو اب مجھے کوئی غم نہیں" جب ماں ایسی جرات مند اور بہادر ہو گی تو پھر بیٹے حضرت سعدؓ اور حضرت عمروؓ جیسے ہی ہونگے۔ اسکے بعد حضور ﷺ نے اُن سے کہا کہ

’’اے اُم سعد! خوش ہو جاؤ اور شہداء کے گھر والوں کو خوشخبری سنادو کہ انکے شہید جنت میں پہنچ چکے ہیں۔ اور انکے گھر والوں کے حق میں اُنکی شفاعت اللہ نے قبول کرلی ہے (یعنی اُنکی

شہادت انکے گھر والو کی شفاعت کا باعث بن گئی ہے)"

-------+--------+------

غزوۂ خندق کا منظر تاریخ کا منفرد ترین منظر ہے۔ جہاں ایک گروہ یعنی مسلمانوں نے بھوکے پیاسے رہ کر دن و رات کی مشقت کے بعد شہر کے گرد ایک بڑی اور گہری خندق کھود دی تھی، وہیں اب حال یہ تھا کہ دوسرا گروہ یعنی مشرکین مکّہ خندق کے اُس پار کھڑا اس نئی اور انوکھی تدبیر پر حیران و پریشان کھڑا تھا۔ حملہ کرنے کے لیے خندق عبور کرنا ضروری تھا۔ اور جیسے ہی کوئی خندق عبور کرنے کے لیے آگے بڑھتا، دوسری طرف سے مسلمان اُس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے۔ اور پھر اُس شخص کو بچانے کے لیے مشرکین بھی تیر پھینکتے۔ تیریں اتنی زیادہ استعمال بھی نہیں کی جا سکتی تھیں۔ کیونکہ اگر تیریں ختم ہو جاتی تو مشرکین مکّہ کہ پاس کوئی اور راستہ نہ تھا سوائے اسکے کہ وہ واپس پلٹ جائے یا مسلمان اُنہیں اپنی تیروں سے چھلنی کر دیں۔ اس مسئلے کا حال اُنہوں نے یہ نکالا کے مدینے کے اندر موجود بنو قریظہ کو ساتھ ملا لیا۔ جبکہ بنو قریظہ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کا ساتھ نہ دینگے۔ بنو قریظہ کی اس اچانک غدّاری سے جہاں مسلمان پریشان ہوئے تھے وہیں مشرکین کے حوصلے بڑھ گئے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے بیوی

اور بچوں کو بنو قریظہ سے بچانے کے لیے خندق چھوڑ کر جائیں اور ادھر سے وہ شہر مدینہ پر حملہ کر دیں۔ مسلمان اس افتاد پر پریشان تو تھے ہی کہ مشرکین کے ایک دو سرکش لوگ بھی خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ادھر سے بھی نبی پاک ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی اور شیر خدا حضرت علیؓ کو بھیجا۔ اُنہوں نے پوری جوان مردی سے نہ صرف انکو مار بھگایا بلکہ ایک کو وہیں قتل بھی کر دیا۔ اُدھر سے مشرکین کے تیر اندازوں نے تیر برسانے شروع کر دیے لیکن حضرت علیؓ مشرکین کے تیروں سے کامیابی سے بچ نکلے اور واپس خندق کی دوسری جانب آ گئے۔ البتہ مشرکین و مسلمانوں میں تیروں کا مقابلہ ابھی جاری تھا۔ اسی اثناء میں ایک تیر اُڑتا ہوا آیا اور حضرت سعدؓ کے بازو پر لگا اور انکے بازو کی رگ کو کاٹتا ہوا چلا گیا۔ خون کا ایک فوارہ تھا جو آپکے بازو سے بہہ نکلا تھا (بعض روایتوں میں بازو کے بجائے سینے کا ذکر ہے)۔ مسلمان فوراً آپکو وہاں سے دوسری طرف لائے تاکہ آپکو مزید تیر نہ لگے۔ زخمی سعدؓ کے بازو سے خون رکتا نہ تھا، یہاں تک کہ آپکو لگا کہ اس زخم سے آپؓ شہید ہو جائینگے۔ چناچہ آپؓ نے ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے ایسی دعا فرمائی جو قبول و مقبول ہوئی۔ آپؓ نے دعا کی کہ

''اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے تیرے محبوب نبی ﷺ کو اپنے شہر سے نکال باہر کیا، اُن بد بختوں سے جہاد کرنا مجھے کتنا محبوب ہے۔ لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ زخم میری جان لے لیگا۔ یا اللہ! اگر آج تُو مسلمانوں اور مشرکین کی اس جنگ کا فیصلہ کرنے والا ہے اور اس میں جیت مسلمانوں کی ہو گی تو بیشک تُو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ لیکن اگر جنگ ابھی باقی ہے تو اے میرے رب! مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں جنگ جیتنے تک مشرکین کے خلاف جہاد کرتا ہوں اور بنو قریظہ کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں''

ایک صحابی کا کہنا ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے یہ دعا فرمائی تب ہی ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ اب حضرت سعدؓ شہید ہو جائینگے۔ بہر حال اللہ نے اپنے اس عاشق کی دعا کو قبول کر لیا اور انکے زخم سے خون رک گیا البتہ آپ شدید زخمی ہو چکے تھے۔

دوسری جانب اللہ کے نبی ﷺ نے ایک بہترین جنگی چال چلی۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی جنکے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں، کو بھیج کر بنو قریظہ اور مشرکین مکّہ کے بیچ میں پھوٹ ڈلوا دی۔ جسکے بعد بنو قریظہ، مشرکین مکہ کی مدد کرنے سے پیچھے ہٹ گئے اور مشرکین کو بھی اپنا بوریا بستر

لپیٹ کر واپس مکے جانا پڑا۔ اس اعصاب شکن جنگ میں بالآخر مسلمان کامیاب ہو کر واپس آئے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سعدؓ سے ایک خصوصی لگاؤ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا خیمہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی قائم کروادیا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام حضرت سعدؓ کی عیادت کے لیے جاسکے۔ اُس خیمے میں انکا علاج و دیکھ بھال کی جارہی تھی۔ ابھی غزوا خندق سے واپس آئے ایک دن بھی پورا نہ ہوا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، اللہ کا حکم لیکر آئے کہ بنو قریظہ کو اتنی آسانی سے نہ چھوڑا جائے۔ مومن ایک سوراخ سے بار بار نہیں ڈسوایا جاسکتا۔ یہود کے ایک قبیلے بنو قینقاع نے بھی پہلے غدّاری کی تھی جسکے سبب انکو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر بدر کر دیا تھا۔ بنو قریظہ نے اُس واقعی سے بھی سبق حاصل نہ کیا لہٰذا اب انکو سبق سکھانے کا وقت آگیا تھا۔ اس حکم کے ملتے ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں میں اعلان کر دیا کہ ہم بنو قریظہ کے محلے میں جارہے ہیں سب ہتھیار لیکر وہیں پہنچے۔ اس اعلان کے سنتے ہی سب مسلمان سوائے زخمیوں کے، عصر تک بنو قریظہ کے محلے پہنچ گئے۔

بنو قریظہ والے مالی طور پر نہ صرف خوشحال تھے بلکہ بہت مضبوط بھی تھے۔ اگر مسلمان انکا محاصرہ کر لیتے تو وہ آرام سے ڈیڑھ ماہ تک یہ

محاصرہ برداشت کر لیتے۔ لیکن اللہ نے انکے دلوں میں اتنا رعب ڈال دیا کہ اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب حضور ﷺ کو انکے متعلق فیصلہ کرنا تھا۔ اور لوگوں کو یقین تھا کہا آپ ﷺ ان سب کے قتل کا حکم دینگے۔ کیونکہ معاہدہ توڑنے کی یہی سزا تھی۔ اُس سے پہلے ہی قبیلہ اوس کے کچھ لوگ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کمزور ایمان والے کچھ نئے نئے مسلمان آئے اور حضور ﷺ سے کہا

"یا نبی! اس سے پہلے بنو قینقاع نے بھی غدّاری کی تھی اور وہ قبیلہ خزرج کے حلیف (یعنی دوست) تھے تو آپ نے قبیلہ خزرج کی سفارش قبول کی اور اُنہیں جان سے نہیں مارا بلکہ شہر سے باہر نکل دیا۔ اب قبیلہ قریظہ کے لیے ہماری (یعنی قبیلہ اُوس) کی سفارش قبول کرلیں کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ آپ ﷺ اُنکی جان بخش دیں۔"

"کیوں نہ میں اپنے اور تمہارے درمیان ایک شخص کو حکم بنالوں۔ اور وہ شخص آپ ہی کے قبیلے سے ہو۔ جسکے فیصلے پر آپ لوگ راضی ہوں" حضور ﷺ نے کہا۔ اس پر سب لوگ راضی ہوگئے۔

یہاں ہم کچھ دیر ٹھہریں گے اور پہلے یہ سمجھیں گے کہ حکم ہوتا کون ہے؟ عربوں میں ایک روایت عام تھی۔ جب بھی دو لوگوں یا دو گرہوں کا آپس میں کسی معاملے پر اختلاف

ہو جاتا اور وہ کسی متفقہ فیصلے پر نہ پہنچ پاتے تو وہ ایک تیسرے اور ایسے شخص کو جسکا ذاتی طور پر اُس معاملے سے تعلق نہ ہو اور جو اُس وقت وہاں موجود نہ ہو، کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے بلاتے۔ وہ شخص ایسا ہوتا جسکے لیے دونوں فریقین راضی ہوتے اور پھر وہ انسان جو فیصلہ کرتا، اُسے دونوں فریق دل سے قبول کرتے۔ ایسے شخص کو حکم کہتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ موجود ہیں تو پھر کسی تیسرے شخص کو فیصلے کا اختیار کیوں دیا گیا؟ یہاں آپ ﷺ کی ایک بڑی حکمت پوشیدہ تھی۔ مدینے میں بہت سے لوگ منافق تھے۔ جو اس موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوایا جائے یا انکے دل ایک دوسرے سے کھٹے کیے جائیں۔ اب اگر آپ ﷺ اوس کی سفارش کے باوجود بھی بنو قریظہ کے قتل کا فیصلہ دیتے تو منافقین کو موقع مل جاتا اور پھر وہ تمام نئے اور کمزور ایمان کے مسلمانوں سے کہتے کہ "دیکھو، تمہارے نبی نے بنو خزرج کی سفارش تو قبول کرلی تھی لیکن تمہاری نہ کی۔ اسکا مطلب تمہاری کوئی اہمیت نہیں" اور اگر حضور ﷺ بنو قریظہ کو زندہ چھوڑ دیتے تو وہ مستقبل میں مزید غدّاری کرتے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ایسے شخص کو فیصلے کے لیے چنا جو نہ صرف خود قبیلہ اوس میں سے تھے بلکہ انکے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ اور اُس

سے بھی بڑھ کر وہ یہاں موجود نہ تھے۔ لہٰذا انکا فیصلہ بلکل ہی غیر جانبدارانہ ہوتا۔ اور کل کو اگر منافقین اس بات کو اچھالنا چاہتے تو مسلمانوں کے پاس دینے کے لئے جواب ہوتا کہ فیصلہ تو تمہارے اپنے ہی آدمی نے کیا ہے۔

’’حضور ﷺ نے کہا

’’جاؤ اور سعد ابنِ معاذؓ کو لے کے آؤ۔ یہ معاملہ اُسکے حوالے ہے"

’’ہم اُن پر راضی ہیں" قبیلہ اوس کے لوگوں نے کہا۔ اور قبیلہ اوس کے کچھ لوگ بھاگ کر مسجد نبوی پہنچے پھر ایک خچر یا گدھے پر خوب نرم کپڑا ڈال کر اُس پر حضرت سعدؓ کو بٹھایا اور آرام آرام سے لانے لگے تا کہ آپکے زخموں کو تکلیف نہ ہو۔

’’اے سعد! حضور ﷺ نے آپکو بنو قریظہ کے معاملے میں حکم بنایا ہے۔ آپ اپنے حلیفوں پر احسان کیجئے گا۔ کیونکہ ہم پر بھی انکے بہت احسان ہیں" راستے میں بنو قریظہ والوں نے اُن سے کہا۔

’’سعد ایسا شخص نہیں جسے اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت کا ڈر ہو" حضرت سعدؓ نے بردباری سے جواب دیا۔ یعنی حضرت سعدؓ کا اپنے بارے میں کہنا تھا کہ میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ کسی کافر نے مجھ پر زمانہ جاہلیت میں احسان کیا تھا

اور وہ مجھے اللہ اور اُسکے نبی سے زیادہ عزیز نہیں ہو سکتا۔

حضرت سعدؓ کے اس جواب سے کچھ منافقین خود ہی سمجھ گئے کہ اب بنو قریظہ نہیں بچیں گے۔ اسی لیے وہ پہلے ہی وہاں سے کھسکنے لگے۔ پھر حضرت سعدؓ بنو قریظہ کے محلے پہنچے۔ اُنہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے کہا کہ

''کھڑے ہو کر استقبال کرو۔ تمہارا سردار آیا ہے۔" حضور ﷺ کا یہ حکم صرف انصار کے لیے تھا یا تمام صحابہ کے لیے؟ اس پر اختلاف ہے، لیکن بہر حال تمام ہی صحابہ حضرت سعدؓ کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ یہ مقام حضور ﷺ نے اپنے کسی اور صحابی کو نہیں دیا۔ اُسکے بعد حضرت محمد ﷺ نے اوس کے لوگوں کو کہا کہ وہ حضرت سعدؓ کو گدھے سے اُتار کر یہاں لانے میں مدد کریں۔ اوس والوں نے حکم کی تعمیل کی

''اے سعدؓ ! حضور اقدس ﷺ نے آپکو ہمارے موالی بنو قریظہ کے لیے حکم بنایا ہے" اوس والوں نے اُن سے کہا

''تم اللہ کے عہد پر قائم رہو اور جو فیصلہ میں کروں اسکو تسلیم کرو" حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

''ہمیں آپکا ہر فیصلہ تسلیم ہے" انصار مدینہ نے کہا۔

پھر حضرت سعدؓ گدھے سے اترے اور حضورﷺ کے پاس آئے۔ آپکو دیکھ کر حضورﷺ نے فرمایا

''اے سعد! آج انصار مدینہ آپکا فیصلہ مانیں گے''

''کیا میرا فیصلہ ان لوگوں پر نافذ ہوگا؟'' حضرت سعدؓ نے انصار مدینہ کی جانب دیکھتے ہوئے حضورﷺ سے پوچھا۔ آپؓ عقیدت اور احترام کی وجہ سے حضورﷺ سے نظریں نہیں ملا رہے تھا کہ فیصلہ حضورﷺ کے ہوتے میں کیسے فیصلے کر سکتا ہوں؟ لیکن نبی کا حکم تو ماننا تھا۔

''ہاں!'' حضورﷺ نے جواب دیا۔

''کیا صرف انصار مدینہ پر یا پھر میرا یہ فیصلہ سارے مسلمانوں پر نافذ ہوگا؟'' حضرت سعدؓ نے پوچھا۔ مقصد یہ جاننا تھا کہ آج فیصلہ صرف انصار مدینہ کو ماننا ہے یا پھر انکا فیصلہ تمام لوگوں کو ماننا ہوگا اگر ایسا ہے تو پھر وہ اُسی کے مطابق تمام مسلمانوں کے جذبات اور انصاف کے تمام تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے فیصلہ کرینگے۔

''ہاں!'' حضورﷺ نے پھر جواب دیا۔

''یارسولﷺ! کیا یہاں موجود تمام لوگوں پر میرا فیصلہ نافذ ہوگا؟'' آپؓ نے دوسری جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ اب بھی حضورﷺ سے آنکھیں نہیں ملا رہے تھے۔ اور براہِ راست یہ بھی نہیں پوچھنا چاہتے تھے کہ کیا میرا فیصلہ

آپ ﷺ پر بھی نافذ ہو گا؟ حضور ﷺ آپکا سوال سمجھ گئے، لہٰذا مسکراتے ہوئے بولے

"ہاں سعدؓ! مجھ پر بھی تمہارے فیصلے کا اطلاق ہو گا۔ اور تمہارا فیصلہ میں بھی مانوں گا" یہ سننا تھا کہ حضرت سعدؓ نے فوراً فرمایا

"تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ کو اُنکی غدّاری کے جرم میں سزا دی جائے۔ انکے مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور انکے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں" آپؓ کا فیصلہ سن کے حضور ﷺ نے فرمایا

"اے سعد! تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ کا فیصلہ تھا" یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پہلے ہی یہ فیصلہ نافذ کر چکے تھے، بس زمین والوں پر اپنا فیصلہ پیش کرنے کے لیے اللہ نے حضرت سعدؓ کو چن لیا۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔ کیا اعلیٰ مرتبہ ہے جو اللہ نے صرف حضرت سعدؓ کو عطا کیا۔ اپنے فیصلے کو زمین پر نافذ کرنے کے لیے انکو ذریعہ بنایا۔

اسکے بعد بنو قریظہ کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جسکا حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا تھا

----------+-------+------

جب بنو قریظہ اپنے انجام کو پہنچ گئے تب اللہ کے اس نیک بندے کی دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا۔ اللہ نے اپنے دوست حضرت سعدؓ کو اپنے جوار رحمت میں بلوالیا۔ ایک صبح آپکے خیمے سے خون

بہتا ہوا باہر آنے لگا۔ مسجد نبوی میں قبیلہ بنو غفار کے کچھ زخمیوں کے خیمے بھی نصب تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے خیمے سے خون بہتا آرہا ہے تو وہاں افراتفری سی مچ گئی۔

''ارے یہ کیا بہتا آرہا ہے؟ سعدؓ کے خیمے میں جاکر تو دیکھو'' لوگوں میں شور سا اٹھا تھا۔ جب لوگوں نے انکے خیمے میں جاکر دیکھا، تو حضرت سعدؓ کے سینے یا بازو کا زخم جو کہ خندق کے موقع پر بند ہو گیا تھا، اپنے آپ ہی پھوٹ پڑا اور اُس میں سے خون کا ایک آبشار بہتا ہوا نکل رہا تھا اور بندہ صالح حضرت سعدؓ شہید ہو چکے تھے۔

شور کی آواز سن کر حضور اقدس ﷺ بھی وہیں تشریف لے آئیں۔ جب آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو شہید پڑے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گئے۔ آپؓ کی موت پر پورا مدینہ غمگیں ہو گیا تھا۔ ہر آنکھ اس بہادر جوان کی شہادت پر اشکبار تھی۔ خود حضور ﷺ اس قدر غمگیں تھے کہ آپ نے فرمایا ''سعدؓ کی شہادت سے رحمان کا عرش بھی ہل گیا ہے'' (صحیح مسلم و جامع ترمذی۔ راوی جابر ابنِ عبداللہؓ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سعد ابنِ معاذؓ کا انتقال ہوا تو وہ اپنے حجرے میں تھیں اور اُنہیں اپنے حجرے میں وقفے وقفے سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابّو بکرؓ کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے کے

لیے بہت ہی نرم دل رکھتے تھے۔ سعدؓ کے جنازے پر سارے ہی صحابہ غمزدہ تھے۔ پھر انکو دفنانے کے لیے لے جایا جانے لگا تو انکا جنازہ اٹھانے والے کہنے لگے کہ

"ارے تخت پر جسد خاکی ہے بھی یا نہیں؟"

"یہ اتنا ہلکا کیسے ہو رہا ہے؟"

حضرت سعدؓ ایک قویل جسامت کے مرد تھے، لیکن آپکا جنازہ اٹھانے والے کہنے لگے کہ ایسا لگتا ہے ہم نے کندھے پر کوئی بوجھ ہی نہ اٹھایا ہو، یہ اتنا ہلکا کیسے ہو رہا ہے؟ یہ سننا تھا کہ لوگ حضور ﷺ تک یہ بات لیکر پہنچے آپ ﷺ نے فرمایا

"سعد کا جنازہ اس لیے ہلکا ہو رہا ہے کیونکہ اسے تم لوگوں کے علاوہ فرشتوں نے بھی اٹھایا ہوا ہے" (جامع ترمذی، راوی حضرت انس بن مالک)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت سعدؓ کی وفات پر اس قدر غمزدہ تھے کہ جب آپ ﷺ تدفین سے واپس آئے تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک پر آپکے آنسو بہہ رہے تھے۔

اللہ ہمیں بھی حضرت سعد ابنِ معاذؓ جیسا ایمان نصیب فرمائے آمین۔

تحریر: ژیلہ ظفر

ماخوذ

*علامہ صفی الرحمن مبارک پوری کی کتاب "الرحیق المختوم"، محمد یوسف کاندھلوی کی کتاب سیرۃ صحابہ کرام (جلد اوّل)، سیرۃ النبی ابنِ ہشام (جلد اوّل)